© rasailojaraid.com

میری تمام سرگزشت............

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب

[شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ اس وقت برصغیر کے سب سے بڑے جلیل القدر استاذ حدیث ہیں تو مبالغہ نہیں ہوگا۔ ان کا صرف صحیح بخاری شریف پڑھانے کا عرصہ نصف صدی پر مشتمل ہے ملک اور بیرون ملک کے بڑے بڑے شیخ الحدیث آپ کے تلامذہ کے حلقے میں شامل ہیں، حضرت نے اپنی سوانح زندگی املا کرانا شروع کی ہے جسے جامعہ فاروقیہ کے فاضل اور تخصص فی الفقہ کے طالب علم مولوی شمس الحق کشمیری ضبط کر رہے ہیں، اب تک دو ڈھائی سو صفحات ہو چکے ہیں اور یوں خود حضرت کی زبان سے ان کی زندگی کی سرگزشت مرتب ہو رہی ہے، اس سرگزشت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت نے بغیر تصنع و تکلف کے زندگی کے واقعات کو ہو بہو بیان کر دیا ہے، بڑے لوگوں کی سوانح پر لکھی جانے والی کتابوں میں عموماً ایک کمی یہ پائی جاتی ہے کہ وہ بچپن ہی سے طبعی زندگی سے ماوراء منفرد دکھائے جانے لگتے ہیں، سوانح نگار غالباً عقیدت کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں لیکن اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والا قاری ان کو فطری تقاضوں، طبعی زندگی کی الجھنوں اور گردش لیل ونہار کی ہمہ گیر جکڑ بندیوں سے آزاد دیکھ کر یہ تاثر لے لیتا ہے کہ جو جھمیلے والی زندگی میں گزار رہا ہوں اس میں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنا ممکن نہیں، وہ ان کی سوانح کو قابل رشک تو سمجھ لیتا ہے، قابل تقلید نہیں............ لیکن حضرت نے اپنی اس آپ بیتی میں طبعی زندگی کے واقعات کو بغیر کسی آمیزش کے ذکر کر دیا ہے، ابتدائی تعلیم وتربیت اور دارالعلوم دیوبند میں داخلے اور اسباق کی تفصیلات پر مشتمل یہ پانچویں قسط نذر قارئین ہے، امید ہے کہ اسے ذوق وشوق سے پڑھا جائے گا۔ سوانح یا آپ بیتی کا فی الحال یہ نام اس ناکارہ نے علامہ اقبال کے اس مشہور شعر سے اخذ کیا ہے ۔

میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

(مدیر)]

دارالعلوم میں سانحۂ انقلاب اور اساتذہ کی تبدیلی: سہ ماہی امتحان کے بعد دارالعلوم میں اساتذہ کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا ابراہیم بلیاوی، مولانا مفتی محمد شفیع اور مولانا ظہور احمد صاحب رحمہم اللہ (یہ ظہور احمد صاحب وہ ہیں جنہوں نے ہمارا امتحان لیا تھا) اور مولانا یحییٰ صاحب رحمہ اللہ اور اسی طرح دوسرے بعض اساتذہ دیوبند چھوڑ کر ڈابھیل چلے گئے اور اساتذہ کا بہت بڑا خلاء پیدا ہو گیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا گلستان اور مولانا بوستان: ان کے جانے کے بعد نئے استاد لائے گئے۔ ان میں جن مولوی صاحب کو ہماری ''ہدایہ'' حوالہ کی گئی تھی وہ پختون تھے اور کہتے ہیں بڑے قابل بھی تھے، ہم نے ان کا نام ''مولانا بوستان'' رکھا ہوا تھا کیونکہ آنے والے اساتذہ میں ایک استاد جن کے پاس ہمارا ''حسامی'' کا سبق تھا، ان کا نام گلستان تھا، تو ''ہدایہ'' کے استاد کا نام ہم نے ''بوستان'' رکھ دیا۔ سانحہ سے قبل ہمارے ''ہدایہ'' اور ''حسامی'' کے اسباق بھی مولانا یحییٰ صاحب کے پاس تھے، دونوں سبق بڑے عمدہ ہوتے تھے۔ اب جب نئے اساتذہ آئے تو ان اسباق کی کیفیت خراب ہوگئی۔ مولانا گلستان کا سبق تو بالکل ہی لڑکوں کے پلے نہیں پڑتا تھا، البتہ مولانا بوستان کا حال ان سے بہتر تھا۔ مولانا یحییٰ صاحب کی فصاحت، طرز بیان اور ان کی تفہیم کا انداز بہترین تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خوشبودار پھولوں کی پتیاں بکھیری جارہی ہیں اور ہم سکون اور اطمینان کے ساتھ علوم کو اپنے سینوں میں محفوظ کررہے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری ''ہدایہ'' ''کتاب الصلوۃ'' کے ختم تک ہوگئی تھی تو ان کے جانے کے بعد پھر ہم سبق میں گئے ہی نہیں، کتاب الطلاق کے ختم تک نصاب تھا، ہم نے کتاب الجنائز، زکوۃ، صوم، حج، نکاح، اور کتاب الطلاق نہیں پڑھیں تو ہمارا وہ سبق ضائع ہوگیا، اس طرح ''حسامی'' کا یہ ہوا کہ مولانا گلستان کے یہاں بھی طلبہ مطمئن نہیں تھے لہٰذا ہم نے ان کا سبق بھی چھوڑ دیا اور اس طرح یہ دو سبق ہمارے خاص طور سے متاثر ہوئے۔ ''میر قطبی'' کا سبق اپنی جگہ چلتا رہا، ''مختصر المعانی'' کا سبق بھی چلتا رہا، ''مقامات'' میں بھی گڑبڑ ہوئی۔ ''مقامات'' کا سبق ایک نئے استاد مولوی کفایت اللہ صاحب کے یہاں گیا، وہ بے چارے، بہت بھولے بھالے، سیدھے سادھے آدمی تھے، ان کے سبق پڑھانے کا انداز بھی طلبہ کو پسند نہیں تھا، وہ بھی ہم نے چھوڑ دیا۔ بس ایسے ہی وقت گزارا، سالانہ امتحان تو دیا، ''ہدایہ'' کا بھی دیا ''مقامات'' اور ''حسامی'' کا بھی دیا، حسامی کی بات تو یاد نہیں لیکن ''سلم'' کا تحریری امتحان دیا، ''مقامات'' کا بھی تحریری دیا اور ''ہدایہ'' کا امتحان تقریری دیا، جو مولانا محمد جلیل صاحب کے یہاں ہوا، بہت بڑی جماعت تھی، ''ہدایہ'' کی دو جماعتیں ہوا کرتی تھیں، دونوں جماعتوں کا امتحان ان کے پاس تھا۔ ہر ایک طالب علم دو چار منٹ میں امتحان دے کر فارغ ہوجاتا۔

ایک گھنٹہ تک ہدایہ کا امتحان: لیکن جب ہمارا نمبر آیا تو مولوی صاحب نے ''کتاب الطلاق'' میں سے ''باب طلاق المریض'' کا مقام نکالا، اور ہم سے کہا کہ یہاں سے پڑھو۔ اول تو ہمیں اس بات پر غصہ آیا کہ سب طلبہ سے تو ترتیب سے امتحان لے رہے ہیں اور ہمیں اس ترتیب سے خارج کردیا۔ دوسرا ایک ڈیڑھ صفحہ پورا انہوں نے پڑھوایا اور مطلب بھی بیان کرنے کو کہا، خیر، عبارت پڑھنا تو ہمارے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا، اور مطلب بھی بیان کردیا، یہ یاد نہیں کہ مطلب صحیح بیان کیا یا غلط یا کچھ صحیح کچھ غلط، لیکن غصہ بہت زیادہ تھا کہ آخر کیوں انہوں نے ہمارے ساتھ یہ امتیازی سلوک اختیار

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یا، اور ایک گھنٹہ ہمارا امتحان لیا، اس بناء پر ہم نے وہیں بیٹھے بیٹھے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ ان کو اپنا استاد نہیں بنائیں گے۔ لیکن اب ہمارا خیال یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ یہ امتیازی سلوک اس لئے اختیار کیا کہ اس وقت ہم بالکل چھوٹے سے تھے، ان کو خیال ہوا کہ یہ اتنا چھوٹا سا لڑکا ہے، دیکھتے ہیں اس نے کچھ پڑھا وڑھا بھی ہے، یا ویسے ہی وقت گنوایا یا اس لئے کہ وہ ''کیرانہ'' کے رہنے والے تھے جو ''لوہاری'' کی تحصیل تھی اور ہمارے نام کے ساتھ ''لوہاروی'' لکھا ہوا تھا، ممکن ہے اس قربت کا نتیجہ یہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بہر حال جب نتیجہ آیا تو انہوں نے ہمیں پچاس میں سے اڑتالیس نمبر دیئے، نمبر تو بہت اچھے تھے، لیکن ہم ان سے نہ پڑھنے کا فیصلہ کر چکے تھے!

''تلخیص المفتاح'' کا امتحان اور میاں اصغر حسین رحمہ اللہ کی خوشی: میاں اصغر حسین صاحب ایک اللہ والے بزرگ تھے، بہت ہی ضعیف اور بوڑھے تھے ''تلخیص المفتاح'' کا امتحان ان کے ہاں تھا، امتحان دینے کے لئے طلبہ ان کے گھر گئے، جب ہمارا نمبر آیا تو میاں صاحب نے فرمایا کہ آپ کیسے آئے ہیں؟ وہ سمجھے ہوں گے کہ یہ لڑکا اپنے کسی کام سے آیا ہوگا، میں نے کہا کہ امتحان دینے آیا ہوں، تو انہوں نے ہاتھ سر پر رکھے اور فرمانے لگے آپ بھی امتحان دینے کے لئے آئے ہو؟ میں نے کہا جی، تو کہنے لگے اللہ اللہ اللہ! ان کو بہت تعجب ہوا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ اچھا پڑھو! تو ہم نے ''تلخیص'' کے ایک صفحے کی عبارت پڑھ دی، جس پر وہ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے، ماشاء اللہ، ماشاء اللہ!

ہمارے نام کے ساتھ ''لوہاری'' لکھا ہوا تھا، ان کی بھی ''لوہاری'' میں رشتہ داری تھی، مجھ سے پوچھا کہ آپ لوہاری'' کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، تو ان کو اور زیادہ خوشی ہوئی اور انہوں نے ہمیں اکیاون نمبر دیئے۔ میاں اصغر حسین صاحب ''ابوداؤد'' پڑھاتے تھے۔ جب وہ کلاس میں تشریف لاتے تو کتاب نہیں لاتے تھے بلکہ چند صفحات جس میں کچھ اپنی یادداشتیں لکھی ہوئی ہوتی تھیں، بغل میں دبا کر لاتے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ سنن ابوداود کے وہ صفحات ہوتے جو مولانا پڑھاتے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت عثمانی رحمہ اللہ کا اظہار تعجب: ہماری صغر سنی کا یہ حال تھا کہ جب ہم دار العلوم دیوبند میں داخل ہونے کے لئے گئے، تو اس وقت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ صدر مہتمم تھے، ہمارے خالو جان (بعد میں ہمارے خسر بنے) کے مولانا عثمانی رحمہ اللہ سے اچھے تعلقات تھے، ہم نے خالو جان سے کہا کہ ہمیں علیحدہ کمرہ دلوادیں، انہوں نے مولانا عثمانی رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ ہمارا عزیز ہے، اس کی خواہش ہے کہ اس کو علیحدہ ایک آدمی والا کمرہ دیا جائے، مولانا نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ فارسی پڑھنے آیا ہوگا فرمایا کہ ان کو تو یہاں پڑھنا ہی نہیں چاہیے، کسی چھوٹے مدرسے میں پڑھیں، خالو جان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے کہا کہ یہ تو "ہدایہ اولین" پڑھتے ہیں تو مولانا عثمانیؒ سوچنے لگے اور تعجب سے پوچھا کہ ارے یہ "ہدایہ اولین" پڑھتے ہیں! پھر فرمایا کہ اب چھوٹے مدرسے کا مشورہ تو نہیں دیا جاسکتا، لیکن علیحدہ کمرہ ان کے لئے مناسب نہیں اس لئے کہ یہ بہت چھوٹے ہیں۔ چنانچہ دارِ جدید کے عقب میں جو چھ سات معمولی قسم کے کمرے تھے ان میں سے پہلے نمبر کا کمرہ ہمیں ملا ہم سب ساتھی جو جلال آباد سے گئے تھے، اس میں رہنے لگے۔

جب ہم "میر قطبی" پڑھتے تھے، تو حضرت الاستاد سبق کی تقریر فرما کر، کئی مرتبہ طلبہ سے پوچھتے کہ کیا سمجھے ہو۔ یہ خطاب کبھی خاص ہوتا تھا اور کبھی عام۔ لیکن کبھی کوئی طالب علم جواب نہیں بھی دیتا تھا۔ میں اور مولوی رفیق صاحب استاد کے دائیں اور بائیں بیٹھا کرتے تھے، اور تان ہم دونوں میں سے کسی ایک پر ٹوٹتی تھی، طلبہ کا جواب نہ دینا یا تو رعب کی وجہ سے تھا یا شرم وحیاء کی وجہ سے۔ یہ ممکن نہیں تھا کہ اتنی بڑی جماعت میں کوئی بھی نہ سمجھتا ہو، اگرچہ ان میں بعض ایسے بھی ہوں گے جو سمجھتے نہیں ہوں گے۔

پہلے سال جب ہم دارالعلوم دیوبند سے سالانہ امتحان دے کر آئے تو ہمارے بھائی عبدالرشید خان نے درجہ اولیٰ کی کتابیں مفتاح العلوم جلال آباد میں پڑھیں تھیں اور عبدالقیوم خان مرحوم نے اسی سال درجہ ثانیہ کی کتابیں پڑھیں۔ ایک سال کا فرق تھا، ہم نے عبدالرشید خان کو شعبان کے اخیر عشرے میں اور پورے رمضان میں درجہ ثانیہ کی تمام کتابیں پڑھائیں، اس طرح وہ اگلے سال تیسرے درجے میں عبدالقیوم خان صاحب کے ساتھ شامل ہوگئے، استعداد بھی ان کی درجہ ثالثہ کے طلباء کے برابر ہوگئی، اس پر حضرت الاستاد جناب مولانا مسیح اللہ خان صاحب کو بہت حیرت ہوئی اور خوشی بھی ہوئی۔

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کا درس تفسیر: دارالعلوم کے پہلے سال میں حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے بعد نماز فجر نودرے میں ترجمہ قرآن شریف شروع کروایا اور سال بھر میں دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہوا، مولانا کا درس بہت تحقیقی اور دلچسپ ہوتا تھا اور پورا نودرا طلباء سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ درس میں ایک دن مولانا نے ارشاد فرمایا کہ دارالعلوم کے اساتذہ نے ایک مرتبہ تنخواہوں میں اضافے کی درخواست دی، مجھے بھی درخواست پر دستخط کرنے کے لئے کہا گیا تو میں نے انکار کردیا جب کہ ضرورت مجھے بھی تھی تو میں نے اسی نودرے کی درسگاہ میں بیٹھ کر خطابت کا فن سیکھا اور اس کے ذریعے سے اپنی ضرورت پوری کی، تنخواہ میں اضافے کی درخواست کو پسند نہیں کیا۔

دارالعلوم تشریف لانے سے پہلے مولانا حیدرآباد دکن علمی خدمت پر مامور تھے اور دو ڈھائی سو روپے تنخواہ تھی کہ ان کو دارالعلوم میں بلایا گیا، جہاں تنخواہ صرف سترہ روپے تھی، اس بڑی تنخواہ کو چھوڑ کر آپ کا ارادہ دارالعلوم دیوبند آنے کا ہوا، وہاں کے رفقائے کار نے کہا کہ یہاں آپ علمی خدمت انجام دے رہے ہیں اور اس کے ساتھ معاشی سہولت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی حاصل ہے اس لئے بہت تھوڑی تنخواہ پر یہاں سے دارالعلوم دیوبند جانا صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ مولانا کا تو دارالعلوم کا ارادہ تھا ہی، لیکن پھر بھی انہوں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ یہ صورت حال ہے، مجھے کیا کرنا چاہیے۔ مولانا کے والد حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب نے جواب میں لکھا کہ اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے آپ کو فوراً دیوبند چلے جانا چاہیے۔ مولانا دارالعلوم آئے اور ''ہدایہ اولین'' اور میبذی وغیرہ کے اسباق ان کے سپرد ہوئے۔ مولانا نے رائج الوقت ''منطق'' اور فلسفے کی سب کتابیں پڑھی تھیں اور ان کو ان کتابوں پر عبور بھی حاصل تھا، لیکن ان کے مزاج پر غلبہ قرآن وحدیث کے علوم کا تھا۔ چنانچہ ایک روز فرمایا کہ میری تپائی پر مطالعہ کرنے کے لئے ہدایہ بھی رکھی ہوئی ہوتی ہے اور میبذی بھی، چوہی رات میں کسی وقت آتی ہے اور میبذی پر مینگنی کر کے چلی جاتی ہے، یہ حرکت اس نے کبھی ہدایہ کے ساتھ نہیں کی، فرماتے تھے کہ چوہی کو بھی اس کا ادراک ہے کہ ہدایہ قابل احترام ہے جبکہ میبذی مبغوض ہے۔

مولانا نے ایک مرتبہ دورۂ حدیث مظاہر علوم سہارنپور میں پڑھا اور اس کے بعد دوبارہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے پڑھا۔ مظاہر علوم میں سنن ابوداود کے پرچے میں ان کو نمبر کم ملے جب کہ ان کے خیال کے مطابق پرچہ بہت عمدہ حل کیا گیا تھا اور دارالعلوم دیوبند میں امتحان کے موقع پر ابوداود میں اسی طرح کے سوالات آئے تو مولانا کے جوابات کو بہت سراہا گیا اور اعلیٰ نمبر دیئے گئے۔ (جاری)

اگر اولاد ذخیرہ آخرت ہو تو بہت بڑی نعمت ھے

اگر اولاد دین میں مدد دے تو سبحان اللہ (اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے) ایک بزرگ تھے وہ نکاح نہ کرتے تھے ایک مرتبہ سو رہے تھے کہ اچانک چونک پڑے اور کہنے لگے کہ جلدی کوئی لڑکی لاؤ۔ (نکاح کرنا ہے) ایک مخلص مرید حاضر تھے ان کی ایک لڑکی کنواری تھی لاکر فوراً حاضر کی اسی وقت نکاح ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بچہ دیا اور وہ مر گیا۔ بیوی سے کہا کہ جو میرا مطلب تھا پورا ہو گیا اب تجھ کو اختیار ہے اگر تجھ کو دنیا کی خواہش ہے تو میں تجھ کو آزاد کردوں کسی سے نکاح کر لے۔ اور اگر اللہ کی یاد میں اپنی عمر ختم کرنا ہو تو یہاں رہو چوں کہ وہ بیوی ان کے پاس رہ چکی تھی اور صحبت کا اثر اس کے اندر آ گیا تھا۔ اس نے کہا کہ میں تو اب کہیں نہیں جاؤں گی۔

چناں چہ دونوں میاں بیوی اللہ کی یاد میں رہے ان کے بعض خاص لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا بات ہے (اتنی جلدی شادی کرنے کی وجہ کیا تھی حالاں کہ پہلے آپ انکار فرماتے تھے) فرمایا کہ بات یہ تھی کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میدان محشر قائم ہے اور پل صراط پر لوگ گزر رہے ہیں۔ ایک شخص کو دیکھا کہ اس سے چلا نہیں جاتا لڑکھڑاتا ہوا چل رہا ہے اسی وقت ایک بچہ آیا اور ہاتھ پکڑ کر آناً فاناً (یعنی فوراً) اس کو لے گیا۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ ارشاد ہوا کہ یہ اس کا بچہ ہے جو بچپن میں مر گیا تھا۔ یہاں اس کا رہبر ہو گیا اس کے بعد میرے آنکھ کھل گئی مجھے خیال آیا کہ میں اس فضیلت سے محروم نہ رہوں شاید بچہ ہی میری نجات کا ذریعہ ہو جائے اس لیے میں نے نکاح کیا تھا اور میرا مقصود حاصل ہو گیا۔

(الدنیا ملحقہ دنیا وآخرت ص98)

© rasailojaraid.com